امام شافعیؒ کا تلاش علم کیلئے سفر

روانگی: ''مکہ مکرمہ سے جب میں روانہ ہوا تو میری عمر چودہ برس تھی۔ دو یمنی چادریں میرے جسم پر تھیں۔ ذی طوی پہنچا تو ایک پڑاؤ دکھائی دیا۔ میں نے صاحب سلامت کی۔ ایک ضعیف العمر شخص میری طرف بڑھے۔ اور اپنے ساتھ کھانے میں شرکت کی دعوت دی، میں نے بے تکلفی سے وہ دعوت قبول کرلی، کھانے سے فراغت کے بعد خدا کا شکر اور اپنے بوڑھے میزبان کا شکریہ ادا کیا، اب باتیں ہونے لگیں۔

انہوں نے سوال کیا: ''تم مکی ہو؟''

میں نے جواب دیا: ''جی ہاں، مکی ہوں''

انہوں نے پوچھا: ''قریشی ہو؟''

میں نے اثبات میں جواب دیا۔

پھر میں نے پوچھا: ''چچا! آپ نے کیسے جانا کہ میں مکی، قریشی ہوں؟''

انہوں نے جواب دیا کہ..... ''شہری ہونا تو تمہارے لباس ہی سے ظاہر ہے اور قریشی ہونا، تمہارے کھانے سے معلوم ہوگیا، جو شخص دوسروں کا کھانا کھانے میں بے تکلفی برتتا ہے، وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ لوگ اس کا کھانا بھی دل کھول کر کھائیں اور یہ خصلت صرف قریش کی ہے۔''

پھر میں نے پوچھا: ''آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟''

جواب ملا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر مدینہ میرا وطن ہے''۔

میں نے پوچھا: ''مدینہ میں کتاب وسنت کا سب سے بڑا عالم ومفتی کون ہے؟''

انہوں نے جواب دیا کہ بنی اصبح کا سردار مالک بن انس (امام مالکؒ)

میں نے پوچھا: "خدا ہی جانتا ہے کہ مجھے امام مالکؒ سے ملنے کا کتنا شوق ہے!" خوش ہو جاؤ، خدا نے تمہارے شوق کو پورا کر دیا ہے۔ اس بھورے اونٹ کو دیکھو۔ یہ ہمارا سب سے اچھا اونٹ ہے۔ اسی پر تم سوار ہو گے۔ اب قافلہ کوچ کرنے والا ہے۔"

جلد ہی اونٹ قطار میں کھڑے کر دیئے گئے، مجھے اس بھورے اونٹ پر بٹھایا گیا اور قافلہ چل پڑا۔ میں نے تلاوت قرآن پاک شروع کر دی۔

امام مالکؒ سے ملاقات......

آٹھویں دن عصر کے وقت مدینہ میں ہمارا داخلہ ہوا، مسجد نبوی میں نماز پڑھی، پھر مزار اقدس کے قریب حاضر ہوا اور صلوٰۃ وسلام بھیجا۔ امام مالکؒ دکھائی دیئے۔ ایک چادر کا تہہ بند باندھے ہوئے تھے، دوسری چادر اوڑھے ہوئے تھے اور بلند آواز سے حدیث روایت کر رہے تھے۔ "مجھ سے نافع نے ابن عمرؓ کے واسطے سے اس شہر کے مکین (محمدؐ) سے روایت کیا۔" یہ کہہ کر انہوں نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا اور قبر شریف کی طرف اشارہ کیا۔

یہ نظارہ دیکھ کر امام مالکؒ کی ہیبت میرے دل پر چھا گئی اور جہاں جگہ ملی وہیں بیٹھ گیا۔ امام مالکؒ حدیث روایت کرنے لگے۔ میں نے جلدی سے ایک تنکا لیا۔ وہ جب کوئی حدیث سناتے تو میں اسی تنکے کو اپنے لعاب دہن میں تر کر کے اپنی ہتھیلی پر لکھ لیتا، امام مالکؒ میری یہ حرکت دیکھ رہے تھے، مگر مجھے خبر نہ تھی، آخر مجلس ختم ہوگئی اور میں بیٹھا ہی رہا تو انہوں نے مجھے اشارے سے بلایا، میں قریب پہنچا تو کچھ دیر بڑے غور سے مجھے دیکھتے رہے پھر فرمایا: "تم حرم کے رہنے والے ہو؟" میں نے عرض کیا: "جی ہاں، حرم کا ہی باشندہ ہوں" پوچھا: "مکی ہو؟" میں نے کہا: "جی ہاں" کہنے لگے "قریشی ہو؟" میں نے کہا: "جی ہاں"

فرمایا: "سب اوصاف پورے ہیں، مگر تم میں ایک بے ادبی بھی ہے، میں رسولؐ کے کلمات طیبات سنا رہا تھا اور تم تنکا لئے اپنے ہاتھ سے کھیل رہے تھے۔" میں نے جواب دیا: "کاغذ پاس نہیں تھا، اس لئے جو کچھ آپ سے سنتا تھا اسے ہتھیلی پر لکھتا جاتا تھا۔" اس پر امام مالکؒ نے ہاتھ کھینچ کر دیکھا اور فرمایا: "ہاتھ پر تو کچھ بھی لکھا نہیں۔"

میں نے عرض کیا: "ہاتھ پر لعاب باقی نہیں رہتا لیکن آپ نے جتنی حدیثیں سنائی ہیں مجھے سب یاد ہو چکی ہیں۔" امام مالکؒ کو تعجب ہوا۔ کہنے لگے "سب نہیں، ایک ہی حدیث سنا دو۔" میں نے فوراً کہا: ہم سے مالک نے نافع اور ابن عمرؓ کے واسطے سے اس قبر شریف کے مکین سے روایت کیا ہے۔" اور امام مالک ہی کی طرح میں نے بھی ہاتھ پھیلا کر قبر شریف کی طرف اشارہ کیا۔ پھر وہ پوری ۲۵ حدیثیں سنا دیں جو انہوں نے اپنے بیٹھنے کے وقت سے مجلس کے خاتمے تک سنائی تھیں۔

امام رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں......

اب سورج ڈوب چکا تھا۔ امام مالکؒ نے نماز پڑھی، پھر میری طرف اشارہ کر کے خادم سے کہا: ''اپنے آقا کا ہاتھ تھام۔'' اور مجھ سے فرمایا: ''اٹھو، خادم کے ساتھ میرے گھر جاؤ۔'' میں اٹھ کھڑا ہوا۔ جب گھر پہنچا تو خادم ایک کوٹھڑی میں مجھے لے گیا اور کہنے لگا: ''گھر میں قبلے کا رخ یہ ہے۔ پانی کا لوٹا یہ رکھا ہے اور بیت الخلا ادھر ہے۔'' تھوڑی دیر بعد امام مالکؒ آ گئے۔ خادم بھی ساتھ تھا، اس کے ہاتھ پر ایک خوان تھا۔ امامؒ نے خوان لے کر فرش پر رکھ دیا۔ پھر مجھے سلام کیا اور خادم سے کہا: ''ہاتھ دھلاؤ۔'' خادم برتن لئے میری طرف بڑا مگر امام مالکؒ نے ٹوکا: ''جانتا نہیں کھانا شروع کرتے وقت پہلے میزبان کو ہاتھ دھونے چاہئیں اور کھانے کے اختتام پر پہلے مہمان کو؟'' مجھے یہ بات پسند آئی اور وجہ دریافت کی۔ امامؒ نے جواب دیا: ''میزبان کھانے پر مہمان کو بلاتا ہے۔ اس لئے بھی میزبان ہی کو پہلے دھونے چاہئے۔ اور کھانے کے بعد آخر میں اس لئے کہ اگر کوئی اور مہمان آ جائے تو میزبان اس کا بھی ساتھ دے سکے۔''

کھانے کے بعد امام مالکؒ مکہ والوں کے حالات پوچھنے لگے اور جب رات زیادہ ہوگئی تو اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا ''اب تم آرام کرو۔''

پچھلے پہر کوٹھڑی پر دستک پڑی اور آواز آئی۔ ''خدا کی رحمت ہو تم پر، نماز!'' میں اٹھ بیٹھا، کیا دیکھتا ہوں کہ امام مالکؒ ہاتھ میں لوٹا لئے کھڑے ہیں، مجھے بڑی شرمندگی ہوئی تو وہ کہنے لگے۔ ''کچھ خیال نہ کرو۔ مہمان کی خدمت فرض ہے۔'' امام مالکؒ کے ساتھ مسجد نبوی میں نماز فجر ادا کی۔ اندھیرا بہت تھا۔ جب پہاڑوں پر دھوپ نمودار ہوگئی تو امام مالکؒ جس جگہ بیٹھتے تھے اسی جگہ آج بھی جا بیٹھے اور اپنی کتاب موطا میرے ہاتھ میں دے دی۔ میں نے کتاب سنانا شروع کی اور لوگ لکھنے لگے۔ پس امام مالکؒ کے یہاں آٹھ ماہ رہا، پوری موطا مجھے حفظ ہوگئی۔ مجھ میں اور امام مالکؒ میں اس قدر محبت اور بے تکلفی پیدا ہوگئی تھی کہ انجان دیکھ کر نہیں کہہ سکتا تھا کہ مہمان کون ہے اور میزبان کون۔ حج کے بعد مدینہ کی زیارت کرنے اور موطا سننے کے لئے مصر کے لوگ مدینہ آئے۔ میں نے مصریوں کو پوری موطا زبانی سنا دی۔ اس کے بعد اہل عراق حاضر ہوئے۔ قبر شریف اور منبر کے درمیان مجھے ایک نوجوان دکھائی دیا۔ صاف ستھرے کپڑے پہنے کھڑا تھا۔ اس کی نماز بھی اچھی تھی۔ میں نے نام پوچھا۔ اس نے بتا دیا۔ معلوم ہوا کہ وہ کوفے کا باشندہ ہے۔ میں نے کہا ''کوفے میں کتاب و سنت کا عالم و مفتی کون ہے؟''

اس نے جواب دیا: ''ابو یوسفؒ اور محمد بن حسنؒ جو امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔''

یہ سن کر میرے دل میں عراق جانے کا شوق پیدا ہوا، امام مالکؒ کے پاس آیا اور ان کا عندیہ معلوم کیا، انہوں نے حصول علم کے لئے میری ہمت افزائی کی، اور زاد سفر کا انتظام کر کے مجھے رخصت کرنے کے لئے علی الصباح بقیع تک آئے، اور زور سے پکارنے لگے: ''کوفہ کے لئے اپنا اونٹ کون کرائے پر دیتا ہے؟''

میں نے عرض کیا: ''یہ کیا کرتے ہیں، میرے پاس کوئی رقم نہ خود آپ ہی کی حالت اس قابل ہے، پھر کرائے کا

اونٹ کیسا؟"

امام مالکؒ مسکرائے اور کہنے لگے۔"نماز عشاء کے بعد جب تم سے رخصت ہوا تو دروازے پر دستک پڑی میں باہر نکلا۔ دروازے پر عبدالرحمٰن بن قاسم (امام مالکؒ کے ایک شاگرد رشید) کھڑے تھے۔ ہدیہ لائے تھے، منت کرنے لگے کہ قبول کرلو، ہاتھ میں ایک تھیلی تھمادی۔ تھیلی میں سو دینار نکلے، پچاس تو میں نے اپنے اہل وعیال کے لئے رکھ لئے ہیں اور پچاس تمہارے واسطے لایا ہوں۔" پھر امام مالکؒ نے چار دینار میں اونٹ طے کردیا اور باقی رقم میرے حوالے کی اور مجھے خدا حافظ کہا۔

کوفے میں......

حاجیوں کے اس قافلے کے ساتھ چوبیس دن میں ہم کوفہ پہنچے، وہاں مسجد میں عصر کے وقت محمد بن حسنؒ اور ابو یوسفؒ سے ملاقات ہوئی، میری باتوں سے ان کو گمان ہوا کہ یہ کوئی صاحب علم ہے۔ محمد بن حسنؒ نے اثنائے گفتگو میں دریافت کیا کہ امام مالکؒ کو تم نے دیکھا ہے؟ میں نے کہا۔"جی ہاں، امام مالکؒ ہی کے پاس سے آرہا ہوں۔" سوال کیا:"موطا بھی دیکھی ہے۔" میں نے کہا:"موطا حفظ بھی کرچکا ہوں۔" محمد بن حسنؒ اس پر متعجب ہوئے، اس وقت لکھنے کا سامان طلب کیا اور ابواب فقہ کا ایک ایک مسئلہ لکھا، ہر دو مسئلوں کے درمیان خاصی جگہ سادہ چھوڑی اور کاغذ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا:"ان مسائل کا جواب موطا سے لکھ دو"۔ میں نے سب مسئلوں کے جواب لکھے اور کاغذ (امام) محمد بن حسنؒ کے سامنے رکھ دیئے۔ اس کے بعد امام محمد بن حسن نے مجھے خادم کے ہمراہ اپنے گھر بھیجا، میں مسجد کے دروازے پر پہنچا تو خادم نے کہا۔"آقا کا حکم ہے کہ آپ سواری پر ان کے گھر جائیں۔" خادم نے ایک سجا سجایا خچر پیش کیا۔ جب میں سوار ہوا تو تن کے پرانے کپڑے نگاہوں میں کھٹکنے لگے اور اپنی حالت پر افسوس ہوا۔ کچھ دیر بعد امام محمدؒ بھی گھر پر آگئے، انہوں نے ایک ہزار درہم کا قیمتی جوڑا مجھے پہنایا۔ اور اپنے کتب خانہ سے امام ابوحنیفہ کی تالیف"کتاب الاوسط" نکال کردی۔ الٹ پلٹ کے دیکھی اور رات کو اسے حفظ کرنا شروع کردیا۔ صبح ہونے سے پہلے کتاب حفظ ہوگئی۔ کچھ دنوں بعد میں نے امام محمدؒ سے سفر کی اجازت چاہی، فرمایا: میں اپنے کسی مہمان کو جانے کی اجازت نہیں دیتا۔ میرے پاس مال دولت موجود ہے۔ اس میں سے آدھا تم لے لو۔" انہوں نے اپنے صندوق کی ساری نقدی منگوائی۔ تین ہزار درہم نکلے، وہ میرے حوالے کردیئے اور میں بلاد فارس عراق کی سیاحت کرنے لگا۔

خلیفہ ہارون رشید سے ملاقات......

اب میری عمر اکیس ۲۱ برس ہوگئی تھی۔ امیر المومنین ہارون رشید کا زمانہ تھا۔ جب میں بغداد آیا۔ بغداد کے دروازے پر قدم رکھا ہی تھا کہ ایک شخص نے روکا اور نرمی سے پوچھا۔"آپ کا نام؟"......محمد بن ادریس شافعی۔"

اس نے جیب سے ایک نوٹ بک نکالی اور میرا بیان قلمبند کرکے مجھے جانے دیا۔ میں ایک مسجد میں جاکر قیام پذیر

ہوا، آدھی رات کے بعد پولیس نے مسجد پر چھاپا مارا اور ہر شخص کو روشنی میں دیکھنا شروع کر دیا۔ آخر میں میری باری آئی۔ پولیس نے پکار کر لوگوں سے کہا۔ "ڈرنے کی بات نہیں، جس آدمی کی تلاش تھی وہ مل گیا ہے۔"

پھر مجھے شاہی محل پہنچا دیا گیا۔ جب امیر المومنین پر میری نظر پڑی تو صاف مضبوط آواز میں، میں نے انہیں سلام کیا۔ امیر المومنین کو میرا انداز سلام پسند آیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا۔ "تم کہتے ہو کہ ہاشمی ہو۔" میں نے جواب دیا کہ امیر المومنین! ہر فخر کتاب اللہ میں باطل ہے۔ پھر میرا نسب نامہ دریافت کیا۔ میں نے بیان کر دیا۔ اس پر امیر المومنین کہنے لگے۔ " بے شک یہ فصاحت و بلاغت اولاد مطلب ہی کا حصہ ہے۔ بتاؤ، کیا تم پسند کرو گے کہ مسلمانوں کا قاضی بنا کر تمہیں اپنی سلطنت میں شریک کر لوں؟ اور تم کتاب و سنت کے مطابق اپنا اور میرا حکم چلایا کرو" میں نے جواب دیا۔ سلطنت میں شرکت کے ساتھ صبح سے شام تک بھی مجھے یہ منصب منظور نہیں۔ یہ سن کر امیر المومنین رو پڑے۔

"اب مجھے تین برس اور ہو چکے تھے، اسی اثناء میں حاجی حجاز سے لوٹے مجھے ایک نوجوان ملا۔ میں جا کر اس سے امام مالکؒ اور حجاز کے بارے میں پوچھنے لگا۔ اس نے کہا۔ امام مالکؒ تندرست ہیں اور بہت دولت مند ہو گئے ہیں۔" یہ سن کر شوق ہوا کہ امام صاحب کو غربت میں دیکھ چکا ہوں، اب دولت مندی میں بھی ان کو دیکھنا چاہئے۔

دوسرا دور......

میں نے سفر کی تیاری کی، مجھے ایک دولت مند آدمی نے باصرار چالیس ہزار کی نقدی پیش کی۔ میں نے اسے خدا حافظ کہا اور روانہ ہو گیا، راستے میں اصحاب حدیث ملے۔ ان میں احمد بن حنبلؒ، سفیان بن عیینہؒ اوزاعی وغیرہ تھے۔ میں نے ہر ایک کو اس قدر دیا جتنا اس کے مقدر میں تھا۔ جب سر رملہ پہنچا تو میرے پاس صرف دس دینار باقی تھے۔ میں نے کرائے پر سواری لی اور ستائیسویں دن مدینہ منورہ پہنچا۔ مسجد نبوی میں نماز پڑھی۔ اب کیا دیکھتا ہوں کہ لوہے کی ایک کرسی مسجد میں رکھی ہے۔ کرسی پر قباطی مصر کا تکیہ جما ہوا ہے اور کرسی پر لکھا ہے...... **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔**

میں ابھی یہ دیکھ ہی رہا تھا کہ امام مالک بن انسؒ آتے دکھائی دیئے۔ پوری مسجد عطر سے مہک اٹھی، ان کے ساتھ چار سو یا اس سے زیادہ مجمع تھا۔ اپنی مجلس میں پہنچے تو بیٹھے ہوئے سب آدمی کھڑے ہو گئے۔ امام صاحب کرسی پر بیٹھ گئے۔ آپ نے شاگردوں کے سامنے جراح عمد کا ایک مسئلہ پیش کیا۔ میں نے اپنے بغل میں ایک جاہل آدمی کو اس کا جواب سکھا دیا۔ اس نے بلند آواز میں جواب سنا دیا۔ دوسرے شاگردوں کے جوابات غلط تھے۔ دو تین بار یہی صورت پیش آئی۔ تب امام صاحب اس جاہل کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "یہاں آؤ وہ جگہ تمہاری نہیں ہے۔" اس شخص نے صاف بتا دیا کہ میری بغل میں ایک نوجوان بیٹھا ہے وہی مجھے یہ جوابات بتا رہا ہے۔

اب تو امام مالکؒ نے میری طرف گردن اٹھائی اور قریب بلایا۔ میں حاضر ہوا تو غور سے دیکھا اور پوچھا: ''شافعی ہو؟'' ...... میں نے ہاں میں جواب دیا۔ تو فرمایا: ''علم کا جو باب ہم شروع کر چکے ہیں، اسے تم پورا کرو۔''

میں نے تعمیل کی اور جراح عمد کے چار سو مسئلے پیش کیے۔ مگر کوئی شخص جواب نہ دے سکا۔

امام صاحب نے میری پیٹھ پر تھپکی دیتے ہوئے تحسین کی۔ پھر ہم نے مغرب کی نماز پڑھی۔ امام صاحب مجھے اپنے گھر لے گئے۔ پرانی عمارت کی جگہ اب نئی عمارت کھڑی تھی۔ میں بے اختیار رونے لگا۔ یہ دیکھ کر امام مالکؒ نے کہا تم روتے کیوں ہو؟ شاید یہ سمجھ رہے ہو کہ میں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی۔ میں نے جواب دیا۔ ''جی ہاں یہی اندیشہ دل میں پیدا ہوا۔'' کہنے لگے کہ تمہارا دل مطمئن رہے۔ تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ یہ جو کچھ دیکھ رہے ہو ہدیہ ہے۔ خراسان سے، مصر سے، دنیا کے دور دراز گوشوں سے ہدیوں پر ہدیئے چلے آرہے ہیں، نبیؐ ہدیہ قبول فرمالیا کرتے تھے۔ اور صدقہ رد کرتے تھے۔ میرے پاس اس وقت خراسان اور مصر کے اعلیٰ کپڑوں کے تین سو خلعت موجود ہیں۔ اب یہ سب تمہارے لئے ہدیہ ہے۔ صندوقوں میں پانچ ہزار دینار رکھے ہیں۔ اس کی زکوٰۃ نکلی ہوئی ہے۔ اس میں آدھی رقم تمہاری ہے۔

صبح نماز فجر ادا کر کے ہم مسجد سے نکلے تو میرا ہاتھ امام مالکؒ کے ہاتھ میں تھا اور ان کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا۔ دروازے پر خراسانی گھوڑے اور مصری خچر کھڑے تھے۔ میرے منہ سے نکل گیا۔ ''ایسے خوبصورت گھوڑے تو میں نے آج تک نہیں دیکھے۔'' امام صاحب نے جواب دیا کہ یہ ساری سواریاں بھی تمہارے لئے ہدیہ ہیں۔ میں نے عرض کیا: ''کم سے کم ایک جانور تو اپنے لئے رکھ لیجئے۔'' اس پر امام مالکؒ نے جواب دیا۔ ''مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ اس زمین کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندوں جس کے نیچے رسول آرام فرما رہے ہیں۔''

تین دن بعد مکہ کو روانہ ہو گیا۔ مگر اس حال میں کہ خدا کی بخشی ہوئی خیر و برکت اور مال و متاع کے بوجھ آگے آگے جا رہے تھے۔ حدود حرم کے قریب والدہ مکرمہ چند عورتوں کے ساتھ ملیں۔ انہوں نے مجھے گلے سے لگا لیا۔ میں نے آگے بڑھنا چاہا، والدہ کہنے لگیں۔ ''کہاں؟'' میں نے کہا ''گھر چلیں۔''

بولیں۔ ''هیهات! کل تو مکے سے فقیر کی صورت میں گیا تھا اور آج امیر بن کے لوٹا ہے تاکہ اپنے چچیرے بھائی بندوں پر گھمنڈ کرے؟ میں نے کہا: پھر کیا کروں؟'' کہنے لگیں...... ''منادی کرا دے کہ بھوکے آئیں اور کھائیں، پیدل آئیں اور سواری لے جائیں، ننگے آئیں کپڑا لے جائیں۔ اس طرح دنیا میں بھی تیری آبرو بڑھیگی اور آخرت کا اجر بھی محفوظ رہے گا۔'' میں نے ان کے حکم کی تعمیل کی۔ یہ خبر امام مالکؒ نے بھی سنی اور کہلا بھیجا، جتنا دے چکا ہوں اتنا ہر سال بھیجتا رہوں گا۔ چنانچہ گیارہ سال تک انہوں نے یہ سلسلہ جاری رکھا۔

☆☆☆